ڈاکٹر ابوالفضل محسن روان - دانش آباد - پشاور یونیورسٹی

علامہ عبدالعزیز المیمنی

اور

ادب عربی

عقل مند: ایک دفعہ میرے ایک بیٹے نے مجھ سے پوچھا "حاجی اسلامیہ کالج پشاور کا سنگ بنیاد کس نے رکھا تھا؟" میں نے کہا "حاجی صاحب ترنگ زئی نے" لیکن اسلامیہ کالج میں حاجی صاحب کے نام کی کوئی تختی نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو کہ کالج کے بانی حاجی صاحب تھے۔ کالج کے ہال پر روس کیپل کے نام کا بورڈ لگا ہوا ہے۔"

"یہ روس کیپل کون تھا؟" برخوردار نے پوچھا۔

میں نے جواب دیا "یہ صوبہ سرحد کا رسوائے زمانہ انگریز حکمران تھا جس نے صوبہ سرحد کے ان بزرگان دین کی آبرو ریزی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی جو پاک و ہند میں انگریزی حکومت کے خلاف تھے۔ ان بندگان خدا میں حاجی صاحب ترنگ زئی سرفہرست تھے۔

حاجی صاحب نے علاقہ غیر میں ہجرت کی وہاں سے انہوں نے انگریزوں کے جبر و استبداد کے خلاف کئی جنگیں لڑیں۔ روس کیپل مردود نے مجاہدین اور ان کے متعلقین کو ان کی جائیدادوں سے محروم کر دیا۔ ان کے گھروں کو بمباری سے مسمار کر دیا۔ اور علماء دین کے خلاف اس قدر مذموم پروپیگنڈہ کیا کہ اس کا اثر انگریزی ذہنیت والے افراد میں آج بھی موجود ہے۔

لڑکے نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جس گھر میں کوئی پرایا آدمی عارضی سکونت اختیار کرتا ہے تو اس گھر پر وقتی طور پر اپنے نام کا سائن بورڈ بھی لگاتا ہے۔ لیکن اس کے جانے کے بعد مالک مکان فوراً پرایا سائن بورڈ اتار کر اپنا بورڈ آویزاں کر دیتا ہے۔ انگریز خبیث تو چلے گئے لیکن پاکستان کے در و دیوار پر آزادی کے ۴۳ سال گزر جانے کے باوجود بھی ان کے نام نظر آتے ہیں۔ مثلاً بٹلر ہوسٹل، ہارڈنگ ہوسٹل، ایڈورڈ کالج، ڈو کالج، میو ہسپتال، لیڈی ریڈنگ ہسپتال، اور ایبٹ آباد وغیرہ۔ کیا ہم اس قابل نہیں کہ ان ناموں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر ان کی بجائے اپنے مشاہیر، علماء دین، سائنس دان اور سیاستدانوں کے نام نصب کریں؟

کیا ہمارے علماء دین اس اعزاز کے مستحق نہیں ؟ جنہوں نے پاک و ہند کو آزاد کرایا۔

میں نے کہا تو نے بجا کہا۔ ہمارے علماء دین و مشائخ مثلاً حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ۔ مولانا محمود الحسن صاحبؒ اسیر مالٹا۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ۔ مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ ۔ علی برادرانؒ ۔ مولانا محمد شفیعؒ ۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مولانا عبدالعزیز المیمنی یہ اور تاریخ اسلام کے اور بہت سی ایسی نامور ہستیاں ہیں کہ اگر کوئی نہ کوئی شہر۔ ادارہ۔ سڑک۔ عمارت۔ کارخانہ۔ باغ۔ کتب خانہ وغیرہ کی نسبت ان سے کر دی جائے تو موجودہ اور آنے والی نسل کے ذہن میں ان کے متعلق سوالات ابھریں گے۔ اور اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے ان کی سوانح کی ورق گردانی کریں گے۔

بغداد میں کوئی بھی ایسا ادارہ نہیں جو تاریخ اسلام کے بہادروں سے منسوب نہ ہو مثال کے طور پر "مطار مثنیٰ" (مثنیٰ ایر پورٹ) ظاہر ہے کہ مثنیٰؓ حضور کے ایک مشہور صحابی تھے۔ کربلا سے مشرق کی طرف ایک گاؤں کا نام "مسیّب" ہے اور یہ بھی ایک صحابی کا نام ہے۔ ہم نے منٹگمری کا نام بدل کر ساہیوال رکھا پتہ نہیں کہ ساہی وال کا کیا مطلب ہے۔ اور لائل پور کو فیصل آباد سے بدلا۔ ۳۰ سال کے عرصہ میں صرف ایک شہر کے نام کو اسلامی سانچے میں ڈھالا تا کہ شاہ فیصل مرحوم کی یاد پاکستان میں تازہ رہے۔

برخوردار نے مزید پوچھا یہ میمنی صاحب کون ہیں جن کا ذکر آپ سے سنتا رہتا ہوں۔ لیکن پاکستانی پریس۔ ٹیلیویژن اور ریڈیو میں کبھی نہیں سنا۔ کبھی یوم وفات کی تاریخ پر ان سے متعلق کوئی مقالہ شائع ہوا اور نہ کبھی کوئی تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔

برخوردار کو مطمئن کرنے کے لئے میمنی صاحب کے حالات زندگی اور ادب عربی کے ضمن میں ان کی خدمات پر تقریر کی۔ پھر چاہا کہ اس تقریر کو تحریر کی شکل میں قارئین الحق کی خدمت میں پیش کروں۔

آپ کی ابتدائی زندگی | وہ خود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ "اگر خدا نے مجھے بیٹا دیا تو میں اسے دینی تعلیم کے لئے وقف کروں گا" ان کے والد اور چچا خود بڑے عالم تھے۔ چنانچہ جب میمنی صاحب ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے اور سن شیر خواری سے گذر گئے تو آپ کے والد اور چچا نے آپ کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ علوم دین کی ابتدائی کتب آپ نے گھر پر پڑھیں پھر دہلی چلے گئے۔ ۱۹۱۱ء تک یہاں تعلیم میں مصروف رہے بعد ازاں مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے۔

ملازمت | سرحد کی خوش نصیبی دیکھئے کہ یہ عربی ادب کا گوہر ملازمت کے سلسلے میں پشاور آتے اور یہاں ایڈورڈ کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا یہاں آپ نے اپنا فرض منصبی خوش اسلوبی

سے نبھایا۔ پھر آپ اورنٹیل کالج لاہور چلے گئے۔ یہاں درس و تدریس کے بعد آپ اپنا زیادہ وقت پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں گذارتے۔ آپ اپنے وسیع مطالعہ کی بدولت عربی کے متبحر عالم بن گئے۔

جامعہ علی گڑھ میں ملازمت | آپ کی تحقیق و تدقیق کی شہرت سن کر علی گڑھ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آپ کو عربی و فارسی کی پوسٹ کی پیش کش کی۔ جسے آپ نے قبول فرمایا۔ آپ سے پہلے اس عہدے پر کوئی مستشرق فائز ہوتا تھا کیونکہ کوئی ہندوستانی استاد میسر نہ تھا۔ ۲۵ سال تک آپ علی گڑھ میں رہے۔ آپ کی شہرت عرب ممالک تک پھیل گئی۔

عربوں میں مقبولیت | مصر، دمشق اور بغداد یونیورسٹی نے آپ کو عربی زبان کی اکادمیوں کا ممبر منتخب کیا آپ کے تحقیقی مضامین وہاں کے عربی مجلوں میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں حکومت عراق نے عربی زبان کے ہزار سالہ جشن میں آپ کو مجلس تنفیذی کا صدر مقرر کیا اور مستقل دعوت نامہ بھیجا۔ لیکن حکومت ہند اور عراقی حکومت کے مابین اختلافات کی بنا پہ انگریز ملعون نے جشن میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔

۱۹۵۷ء میں جب آپ فریضہ حج ادا کرنے سعودیہ عرب گئے تو سعودی حکومت نے آپ کو شاہی مہمان بنایا وہاں کے شاہی شاعر نے آپ کی عربی خدمات کے اعتراف میں ایک پُرمغز قصیدہ پڑھا۔

پاکستانی شہریت | ۱۹۵۰ء میں جب آپ علی گڑھ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو کئی عرب ممالک نے تقاضا کیا کہ آپ اپنی تحقیق و تدقیق کا کام ان کے ہاں جاری رکھیں۔ لیکن آپ نہ مانے۔ اس وقت (۱۹۵۰ء) پاکستان میں مقیم مصری سفیر نے کوشش کی کہ اگر عربی ادب کا یہ قیمتی لعل عربوں کے حصے میں نہیں آتا تو نہ سہی لیکن پاکستان کے حصے میں ضرور آنا چاہیے۔ چنانچہ سفیر مذکور کی کوشش سے میمنی صاحب نے ۱۹۵۴ء میں پاکستانی شہریت قبول کر لی اور عرب دنیا میں ہندی کے بجائے پاکستانی نام سے مشہور ہوئے۔

ڈائریکٹر | ان دنوں پاکستان کا صدر مقام کراچی تھا۔ وہاں بحوث اسلامیہ کے ادارے کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ بعد ازاں یہ ادارہ اسلام آباد آیا تو آپ بھی یہیں منتقل ہوگئے۔ دیگر خدمات کے علاوہ آپ کی بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ نے عرب و عجم کی بہترین کتب سے ادارے کا کتب خانہ مزین کیا۔ خود دیارِ عرب گئے اور وہاں سے نادر کتابیں چن کر لائے۔ پاکستان کے قریہ قریہ پھر کر اسلاف کی متروکہ کتب اور مخطوطات قیمتاً یا ہدیتاً جمع کرکے لائبریری کو زینت بخشی۔

ادبِ عربی میں آپ کا مقام | جب تک یورپ اور مسلمانوں میں یکساں سطح پہ مقابلے اور مقاتلے ہوتے رہے تو مسلمان فاتح اور عیسائی مفتوح رہا۔ جب اس سے کام نہ چلا تو اہل یورپ نے مستشرقین کا ایک طائفہ جنم لیا۔ زر کثیر سے عربی ادب و علوم کی نادر کتب کا اپنی زبانوں میں اس طائفے نے ترجمہ کیا۔ پھر مسلمانوں نے مستشرقین

کے منحرف تراجم کو اساس بنا کر اپنی جامعات میں عربی و اسلامیات کے نصاب مرتب کئے۔ یہ کام آسان تھا۔ اس سے کہ خود اسلامی مصادر کی تہ تک پہنچنے اور نصاب مرتب کرتے۔

میمنی صاحب نے تحقیق و تنقید کا ایک ایسا سائنٹیفک طریقہ اختیار کیا جس کو آپ سے پہلے کسی عربی عجمی یا مستشرق نے اختیار نہیں کیا۔ مثلاً آپ نے ثابت کیا کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد نہیں تھے بجائے اس کے کہ روایت کا ایک ڈھیر لگاتے۔ آپ نے سائنسی طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ آپ نے ثابت کیا کہ حجاج کی کوئی بیٹی نہ تھی تو داماد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی حد تک میمنی صاحب نے ہمیں مستشرقین سے مستغنی کر دیا۔

عراقی سکالر کا اعتراف | ویسے تو تمام عرب دنیا آپ کی خدمات کی معترف ہے جس کا احاطہ کرنا اس مختصر مقالے میں مشکل ہے۔ تاہم بطور نمونہ ڈاکٹر صالح ضامن کی احساسات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن کا اظہار انہوں نے بغداد کے ایک ہفتہ وار کثیر الاشاعت مجلے " الف باء" میں شیخ عبدالعزیز المیمنی کے متعلق فرمایا تھا۔

پاکستان سے ہمیں شیخ عبدالعزیز المیمنی کی وفات کی خبر پہنچی ہے۔ مرحوم عربی اور اسلامی میراث پھیلانے والے شہسواروں کے سرخیل تھے۔ عربی ادب کے نوادر اور نفائس ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے قارئین کو پیش کرتے وہ مسلسل جد وجہد کی وجہ سے نصوص عربیہ کی تہ تک پہنچ جاتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کی ایسی نشاندہی کرتے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر عالم، ایک عالمگیر فاضل، صادق التجربہ اور ثاقب النظر محقق و مدقق تھے۔ اس نے اپنی زندگی میں اسلامی و عربی تراث (ترکہ) کی خدمت کے لئے وقف فرمایا تھا انہوں نے تنقید و تحقیق کے طفیل ایسی کتابیں منظر شہود پہ لائیں۔ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔

اب تک جب ہمیں کسی تحقیقی کام میں شک و شبہ پڑتا ہے تو ہم آپ کی تحقیقی کام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے رشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی کاموں کے چند نمونے | آپ کے تحقیقی کام بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کرنا بہت طوالت ہے تاہم بمصداق " مشتے نمونہ خروارے است" چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

اقلید الخزانہ ۔ خزانۃ الادب ولب لباب لسان العرب لعبدالقادر البغدادی (۱۰۳۰ھ ۱۰۹۳ھ) عربی ادب میں ایک ضخیم کتاب ہے اور یہ قیمتی کتابوں کا ایک مجموعہ ہے۔ لیکن اس مجموعے کے اصل اور مصادر نامعلوم تھے آپ نے ان کتابوں کی اصل اور مصادر دریافت کئے اور خزانۃ الادب میں کچھ اضافے بھی کئے۔ اپنے اس تحقیقی عمل کا نام آپ نے " اقلید الخزانہ" رکھا۔ ایک مصری ادیب و ناقد عبدالسلام محمد ہارون نے آپ کے اس شہ پارہ کو بے حد سراہا ہے۔

سمط اللآلی فی شرح امالی القالی۔ اندلس کے عبدالرحمٰن الناصر نے (۳۰۰۔۳۵۰ھ) ابو علی القالی کو اپنے بیٹے الحکم کے لیے اتالیق مقرر کیا تھا۔ الحکم نے اپنے استاذ سے املائی شکل میں استفادہ کیا تھا۔ بعد میں ان امالی کو کتابی شکل دی گئی اور چار جلدوں کا مزید اضافہ اس میں کر دیا گیا اس مجموعے کا نام امالی لابی علی القالی پڑ گیا۔ شیخ عبدالعزیز المیمنی نے بڑی تحقیق و تدقیق سے اس کی تنقیح فرمائی اور اس کاوش کا نام آپ نے سمط اللآلی رکھا۔

بعد میں انہیں ابو عبید کی کتاب "التنبیہ" جرمنی میں ملی جو مذکورہ امالی پر ایک تنقیدی جائزہ تھا تو آپ نے التنبیہ اور سمط اللآلی میں کوئی خاص فرق نہیں پایا۔

الحماسۃ الصفوی۔ انسان فطری طور پر متجسس واقع ہوا ہے۔ جب بھی دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اپنے ماحول کو سمجھنے کے لئے سوالات کا بھر مار کرتا ہے۔

ابو تمام حبیب بن اوس الطائی (۱۸۸۔۲۳۱ھ) کے حماسہ سے عربی ذوق رکھنے والے حضرات واقف ہیں۔ ابو تمام نے عربی شعراء کے منتخب شہ پارے اپنے حماسے میں جمع کئے۔ نہ شاعر کی مختصر تاریخ درج تھی نہ شاعر کے دیوان کا حوالہ تھا اور نہ اشعار کی سباق و سیاق کی طرف کوئی اشارہ ملتا تھا۔ شیخ نے مذکورہ مشاکل کے حل کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کا یہ تحقیقی کام حماسۃ صفری کے نام سے مشہور ہوا۔

ابو العلاء و ماالیہ۔ احمد بن عبداللہ بن سلیمان التنوخی (۳۶۳۔۴۴۹ھ) جو ابو العلاء المعری کے نام سے تاریخ ادب عربی میں مشہور ہیں، جو نابینا تھے اور ہندی فلسفہ کی طرف مائل تھے۔ شیخ صاحب نے اس نابینا کی ادبی، شعری اور فلسفیانہ افکار پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جو "ابو العلاء و ماالیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔

ایک مصری ادیب طٰہٰ حسین (۱۸۸۹۔۱۹۷۳ء) پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ابو العلاء پر ایک تحقیقی کام کیا۔ جو ذکری ابی العلاء کے نام سے مشہور ہوا۔ شیخ صاحب کا تحقیقی تجربہ گاہ ہند تھا اور طٰہٰ حسین کا عربی ادب کے گہوارے میں مگر جب نقادوں اور شائقین نے دونوں کتابوں کا موازنہ اور مقارنہ کیا تو ہمارے شیخ کا شاہکار بہت وزنی نکلا۔

دیوان حمید بن ثور۔ اس مقتدر اور عالی المرتبہ صحابی کے اشعار عربی ادب میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے نہایت احتیاط سے ایک ایک شعر کا کھوج لگایا۔ ادب کی کتابوں کی ورق گردانی کی۔ ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ جو عربی ادب میں دیوان حمید بن ثور کے نام سے مشہور ہوا۔ دارالکتب المصریہ نے اسے ۱۹۵۱ء میں میں شائع کیا۔

دیوان سحیم عبد بنی الحسحاس۔ دیوان حمید بن ثور کی طرح اس مقتدر صحابی کے گوہر جیسے اشعار ادب عربی

میں منتشر اور بکھرے ہوئے پڑے تھے۔ آپ نے اسے عربی مصادر کے حوالے سے ایک دیوان کی شکل میں مرتب کیا اور انہی کے نام سے منسوب کیا۔ اسے بھی دارالکتب المصریہ نے شائع کیا۔

کتاب التنبہات علی اغالیط الرواۃ | "کتاب التنبہات" علی بن حمزۃ المصری کی تالیف ہے۔ علی بن حمزہ مشہور شاعر ابو الطیب المتنبی (۳۰۳ - ۳۵۴ھ) کا دوست تھا۔ میمنی صاحب نے اس کی مصادر کی نشاندہی کی۔ اس پر بہترین تعلیقات لکھے اس کے مغلقات کو تسہیلات میں تبدیل کیا اور کتاب التنبہات علی اغالیط الرواۃ کے نام سے عربی کتب خانہ میں ایک نادر نسخے کا اضافہ کیا۔

کتاب المنصوص والممدود للفراء۔ شیخ نے اس کتاب کی طرف بھی توجہ کی اس کے بہت سے نقائص کو دور کیا۔ اور سائنٹیفک طریقہ سے ترتیب دی جسے ایک نئے انداز میں مکتبہ دارالمعارف مصر نے شائع کیا۔

لسان العرب لابن منظور جمال الدین۔ علامہ عبدالعزیز صاحب کی نگاہ نقد و تحقیق اس شاہکار پر پڑی تو اپنی عمر کا ایک قیمتی حصہ اس پر صرف کر دیا۔ کتاب کے استعمال کے لئے رہنما اصول وضع کئے۔ کتاب پر ایک مستقل حاشیہ لکھا۔ لغات کی مغلقات کو حل کر کے ایک دوسرے مصادر عربیہ سے انہیں مربوط کیا۔

حرفِ آخر | دسمبر ۱۹۷۶ء میں جب میں بغرض پی۔ ایچ۔ ڈی جامعہ بغداد پہنچا تو وہاں کے علماء و فضلاء نے مجھ سے شیخ عبدالعزیز المیمنی کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ میں نے گول مول جوابات دیئے کیونکہ پاکستان میں میں صرف انہیں ایک معمولی عالم جانتا تھا۔ دیارِ عرب میں جب ان کی فضیلت مجھ پر عیاں ہوئی تو میں حیران رہ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اتنی بڑی ہستی سے نوازا ہے کہ وہ عربوں کے نزدیک عربی ادب کے بیسویں صدی کے سب سے بڑے نقاد اور محقق ہیں اور ان کے تحقیقی کاموں نے عربی کتب خانوں کو زینت بخشی ہے ایک سکالر نے راقم سے کہا۔ کہ "ہم مولانا مودودی کو عربیت کا بڑا فاضل سمجھتے تھے لیکن جامعہ بغداد میں اردو میں تقریر کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا ترجمان جو پاکستانی تھا بھی عربی زبان پر ان سے زیادہ قادر ہے مگر میمنی صاحب کی تقریر اور تحریر نے ہم پر گہرا اثر چھوڑا ہے جب کبھی ہم ان کی تخلیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاکستان کا نام ہمارے ذہنوں میں ابھرتا ہے جب تک ان کی تالیفات باقی رہیں گی پاکستان کا نام ان کے ساتھ زندہ رہے گا۔

آج کل ہمارے ملک میں فاؤنڈیشن کی بھرمار ہے فوجی فاؤنڈیشن۔ شاہین فاؤنڈیشن۔ پولیس فاؤنڈیشن اوورسیز فاؤنڈیشن وغیرہ۔ کیا کسی میمنی فاؤنڈیشن کا قیام ممکن نہیں جس میں عرب بھی سرمایہ لگائیں اور پاکستان کے علاوہ پاکستانی مخیر بھی۔ تاکہ علامہ صاحب کے تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔